ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم

تصوّرِ وحی

جون ۱۹۵۶ء میں لبنان کے ایک شہر بحمدون میں مسلم - عیسائی اشتراکِ عمل کی انجمن کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ اس میں ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم صاحب نے ایک تقریر کی تھی۔ اس کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ (بشیر احمد ڈار)

مختلف حکما، علما، صوفیا اور علم النفس کے ماہرین نے اپنے اپنے زاویۂ نگاہ سے اس مسئلے پر غور و فکر کیا ہے لیکن اس مختصر سے وقت میں اس کے مختلف پہلوؤں کو زیرِ بحث لانا ممکن نہیں۔ اس لئے بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ صرف قرآنِ حکیم کی روشنی میں اس کی وضاحت کی جائے۔ کیونکہ قرآن میں وحی کی نوعیت و اقسام کے متعلق کافی عمدہ مواد موجود ہے۔ آں حضرت کی زندگی میں ایک ایسا دور بھی آیا جب آپ نے اس دنیا سے عارضی طور پر کنارہ کشی کر لی اور غارِ حرا میں کئی دنوں تک مقیم رہے۔ اس دوران میں ان کا تمام وقت عبادت میں بسر ہوتا تھا۔ کائنات اور خالقِ کائنات کے تعلقات اور انسانی زندگی کے مختلف مسائل پر غور و خوض ہوتا رہا۔ ایک دن اس غار میں ان کو ایک غیبی آواز سنائی دی۔ اس عجیب و غیر مانوس فرشتہ کو دیکھ کر جس نے آپ کو اللہ کے نام پر پڑھنے کا حکم دیا آپ کچھ گھبرا سے گئے۔ سورۃ العلق کی پہلی پانچ آیات اسی موقعہ پر نازل ہوئیں:

اقرأ باسم ربک الذی خلق، خلق الانسان من علق، اقرأ و ربک الاکرم الذی علّم بالقلم، علم الانسان ما لم یعلم۔ (۹۶: ۱-۵)

اس رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا، جس نے انسان کو علق سے پیدا کیا۔ پڑھ، تمہارا رب عزّتوں والا ہے، جس نے انسان کو قلم سے لکھنا سکھایا اور اس کو وہ علم دیا جس سے وہ واقف نہ تھا۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو ان آیات کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ آغاز میں انسان کی ابتدائی جسمانی اور مادی زندگی کی طرف اشارہ ہے۔ پھر طویل ارتقائی مراحل طے کرنے کے بعد وہ اس قابل ہوتا ہے کہ اپنے غور و فکر کے نتائج اور مشاہدات و تجربات کے مستنبطات کو ضبطِ تحریر میں لائے تاکہ ہر نسل اپنے ذخیرۂ علم کو آنے والوں کے لئے محفوظ رکھ سکے اور اس طرح انسانیت اپنے علمی، اخلاقی اور روحانی ورثہ کی ثروت سے مالا مال ہوتی رہی۔ لیکن اس ارتقائی کوشش کی ایک منزل ایسی بھی ہے جہاں انسانی عقل اکثر مسائل کے حل میں اپنے آپ کو عاجز پاتی ہے اور اس کی کوئی کوشش بار آور

نہیں ہوتی ۔اس منزل سے آگے بڑھنے کے لئے ایک قسم کی جست کی ضرورت ہے جو انسانوں کو ان کے مادی اور جسمانی قیود اور زمانی و مکانی تصورات کی پابندیوں سے نجات دلاسکے۔ پرواز کی یہ بلندی انسانوں کو ان چند نفوس قدسیہ کی طفیل حاصل ہوئی جن کو عالم بالا سے وحی و ہدایت ملی اور جنہوں نے انسانوں کو وہ کچھ سکھایا جو وہ اپنی ذاتی استعداد اور علمی کوششوں سے حاصل نہ کرسکتے تھے ۔یہی وہ حقیقت ہے جو مندرجہ بالا سورۃ کی اس آیت میں ظاہر کی گئی ہے کہ علم الانسان مالم یعلم۔ چنانچہ قرآن مجید کی ان ابتدائی چند آیات ہی میں وحی کے بنیادی حقائق بیان کردئے گئے۔ مادہ پرست کہتا ہے کہ ہمارے علم کا تمام تر مدار جسمانی حواس پہ ہے عقلیت پرست اور فلسفی یہ کہتے ہیں کہ منطقیانہ عقل حقیقت کی نقاب کشائی کرسکتی ہے اور عقل سے بالا اور اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہیں ۔لیکن ان آیات سے یہ صداقت مستنبط ہوتی ہے کہ انسان کو اس علم کے حصول میں پوری کوشش کرنی چاہئیے جو عقل کے ذریعے حاصل ہوتا ہے اور جس کے لئے قرآن نے "القلم" کی اصطلاح بطور علامت استعمال کی ہے ۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ ان آیات سے یہ حقیقت بھی واضح ہوجاتی ہے کہ حواس اور عقل کی سطح سے بلند ایک اور ذریعۂ علم بھی ہے جہاں سائنس اور فلسفہ اپنی اپنی ثروت افکار اور کثرت فوائد کے باوجود بالکل ہیچ معلوم ہوتے ہیں ۔یہی وہ ذریعہ ہے جس سے کائنات کے رازہائے سربستہ اور انسان کی فطرت اور اس کے مقاصد جلیلہ کی حقیقت اس پر منکشف ہوتی ہے اور جو محض حواس اور عقل کی دسترس سے بہت ماوراء ہیں۔ جدید علم نفسیات انسان کی لاشعوری تہوں کی کھوج لگاتے لگاتے ایک ایسی منزل پہ جا پہنچا ہے جہاں اسے قلب انسانی کی گہرائیوں میں کچھ چھپے چھپے تصورات نظر تو آئے ہیں لیکن ان کی حقیقت تک پہنچنے کے لئے شاید ابھی کافی دیر لگے ۔لیکن یہی وہ حقیقتیں ہیں جن کی طرف وحی اور نبوت مدت سے نہ صرف اشارہ کرچکے ہیں بلکہ ان کی صحیح نوعیت بھی بتا چکے ہیں۔ قلب کی گہرائیوں سے جو علم اور ایقان اُبھرتا ہے اس کے وجود سے تو یہ نفسیات کے ماہر بھی انکار نہیں کرتے لیکن اس کی صحیح ماہیت کا علم ان کی زد سے باہر ہے ۔یہ صرف صاحبِ وحی و الہام ہی کے ذریعہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔

کیفیت کے لحاظ سے قرآن نے وحی کے کئی درجات بیان کئے ہیں :

(۱) تمام کائنات اپنے خالق اور رب کی ایک آیت ہے، جو اس کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ قرآن نے کائنات کی ترتیب و انتظام، ہم آہنگی و ربط، یکسانیت و باقاعدگی کا مطالعہ کرنے پر بہت زور دیا ہے۔ اس خارجی زندگی کے ساتھ ساتھ انسان کی داخلی زندگی بھی اسی خالق کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ انفس و آفاق دونوں اسی کے مظاہرات ہیں۔ قوانینِ فطرت جو ہر لمحہ اس تغیر پذیر زندگی میں ازل سے لے کر ابد تک ایک ہی نہج پر کارفرما نظر آتے ہیں، ان کا مطالعہ قرآن کی رو سے مذہبی زندگی اور عبادات کا جزوِ لاینفک ہے۔ جاہل لوگ آنحضرت سے آپ کی صداقت کے ثبوت کے لئے معجزات کے طالب تھے لیکن قرآن نے اعلان کیا کہ یہ معجزات یا سحر انگیز واقعات انسان کی اخلاقی اور روحانی زندگی کیلئے

کچھ مفید نہیں، ان سے قلب میں وہ لذت، جذبات میں وہ شدّت اور ذہن میں وہ انقلاب نہیں پیدا ہوتا جس سے افراد اور قوموں کی زندگیوں کی قلب ماہیت ہو سکے اور وہ غلط راستوں کو چھوڑ کر نئے اور ترقی پذیر راستوں پر گامزن ہو سکیں۔ وہ شخص جس کی آنکھیں فطرت کائنات کے روزمرہ کے عجائب کا مشاہدہ کر کے ٹھنڈک حاصل نہیں کر سکتیں، جو حقیقت و صداقت تک پہنچنے کے لئے کسی مافوق الفطرۃ اور عادت کا انتظار کرتا ہے، جسے طبعی اور معمولی واقعات خالق کائنات کی طرف راہنمائی نہیں کرتے بلکہ جسے ایمان و یقین کے لئے کسی غیر معمولی حادثے کی ضرورت ہو۔ ایسے اشخاص صحیح مذہب اور دین کے تصوّر سے ہنوز نا آشنا ہیں۔ یہ تمام کائنات جو اپنے خالق و رب کا بہترین مظہر ہے اور جو لگے بندھے اصولوں کے مطابق اپنے وظیفۂ حیات میں منہمک ہے اس کا مطالعہ ایک ذریعہ ہے جس سے انسان اس تک پہنچ جانے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ قرآن کی روح سے خدا کا فعل محض اندھی مشیت کا نتیجہ نہیں، اس کا ہر کام ایک مصلحت اور ایک مقصد اپنے اندر لئے ہوئے ہے جس میں اس کی رحمت اور حکمت پوشیدہ ہے:

لن تجد لسنۃ تبدیلا۔	قانونِ الٰہی میں تم کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔
لا تبدیل لخلق اللہ، ذٰلک الدین القیم۔ (۳۰:۳۰)	اللہ کے قانون خلق میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ یہ ہے دینِ قیم۔

(۲) مادی درجے سے اوپر نامیاتی منزل ہے جو خالق کائنات کی قدرت و رحمت کا ویسے ہی مظہر ہے جیسا کہ مادی کائنات:

فاحیا بہ الارض بعد موتہا۔	کس طرح مردہ زمین کو ہم نے دوبارہ زندگی بخشی۔

فلسفہ کی زبان میں یہ مقصدی (Teleological) دلیل ہے جس سے ہم خدا کے وجود اور اس کی حکمت ازلی کا یقین حاصل کر سکتے ہیں۔ شیخ سعدی نے اسی بنا پر کیا خوب کہا تھا:

برگِ درختان سبز در نظرِ ہوشیار ہر ورقے دفتر معرفت کردگار

(۳) حیوانی زندگی میں وحی پہلے دو درجوں سے بلند اور بہتر کیفیت کی حامل ہو جاتی ہے۔ قرآن میں شہد کی مکھی کے متعلق ذکر ہے:

واوحیٰ ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتاً و من الشجر و مما یعرشون۔ ثم کلی من کل الثمرات فاسلکی سبل ربک ذللاً یخرج من بطونہا شراب مختلف الوانہ فیہ شفاء للناس ان فی ذٰلک لاٰیۃ لقوم یتفکرون۔ (۱۶: ۶۸-۶۹)	تیرے رب نے مگس شہد کی طرف وحی کی کہ تو پہاڑوں اور درخت اور مکان میں چھتے بنا، تمام پھلوں میں سے رس لے اور اپنے رب کے راستوں پر انقیاد کے ساتھ چل پڑ۔ اس کے شکم سے مختلف رنگ کے شربت نکلتے ہیں۔ اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے۔ اس میں تفکّر کرنے والے لوگوں کے نشانی ہے۔

حیوانی زندگی کی بلند ترین منزل انسان ہے جس میں عقل و تمیز، خود ارادیت اور اختیار اپنی پوری حیثیت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ دو خطرناک صفات خالقِ کائنات نے عمداً انسان کو اس لئے ودیعت کیں تاکہ ان کے صحیح استعمال سے وہ اس دنیا میں صحیح معنوں میں خدا کا نائب اور خلیفہ بن سکے۔ عقل خدا کی طرف سے انسان کو ایک عظیم الشان تحفہ کے طور پر دی گئی جس کی مدد سے آدم فرشتوں کے مقابلے میں بہتر قرار پایا اور جس کی مدد سے اس نے کائنات کی مخفی و ظاہری قوتوں کو تسخیر کیا۔ اسی علم کی بدولت وہ انسانیت کبریٰ کی منزل کی طرف ارتقائی منازل طے کرتا ہوا قدم بقدم رواں ہوا۔

علّم آدم الاسماء کلھا۔ خدا نے آدم کو کل اسماء سکھائے۔

یہ علم اشیاء ابتدا میں بطور وحی انسانوں کے قلب پر نازل ہوا اور اس کے بعد عقل کی آمیزش سے ایک بلند و ارفع قصر کی صورت اختیار کر گیا جس کی ظاہری و باطنی خوبصورتی سب سے خراجِ عقیدت وصول کر رہی ہے۔ اسلام نے قصۂ آدم کی بنیاد پر کائنات اور انسانیت کے متعلق کوئی قنوطی اور غیر اخلاقی نظریۂ حیات پیش نہیں کیا اور نہ اس سے کوئی غیر فطری، غیر عقلی اور مافوق الفطرت عقیدہ مستنبط کیا۔ یہ واقعہ[۱] انسان کی خود ارادیت اور اختیار کے غلط استعمال کا پہلا مظہر ہے۔ لیکن اس لغزش کے باوجود وہ اس غلط راستے پر قائم نہ رہا، جونہی اسے غلطی کا احساس ہوا اس نے ندامت کا اظہار کیا اور اپنے گناہ سے توبہ کر لی اور یہ توبہ قبول ہوئی۔ اس کے بعد اس کی موجودہ زندگی کا آغاز ہوا جو اس کی پہلی زندگی سے کہیں بلند تر تھی اور جس میں عقل و فہم کو استعمال کر کے اپنے مستقبل کو شاندار بنانے کا پورا پورا سامان موجود تھا۔ قرآن نے اسی لئے انسان کو بار بار غور و فکر کی قوتوں کو ابھارنے کی ترغیب دی۔ جب کبھی کسی حقیقت و صداقت کا اعلان کیا جاتا ہے تو لوگوں سے مطالبہ کیا جاتا ہے:

افلا یتفکرون، افلا یعقلون، افلا یتدبرون۔ تم غور و فکر و تدبر کیوں نہیں کرتے؟

اس سے وحی کا قرآنی مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔ اگرچہ روحانی صداقتوں کا علم محض عقل و فہم سے دستیاب نہیں ہو سکتا لیکن وحی کے ذریعے جب ان کو انسانوں تک پہنچا دیا جاتا ہے تو پھر انسانی عقل ان کی صداقت کو پا سکتی ہے۔ بعض عظیم الشان سائنس دان اور خاص کر ریاضی دان جو خالص مادی اور طبعی مسائل کے حل میں کوشاں رہے ہیں ان کا کہنا ہے کہ کافی غور و فکر کے بعد اچانک ان کے قلب پر حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ کافی مدت کی کوشش سے اس حقیقت کو عقل و منطق کی زبان میں پیش کر سکے جس کے بعد وہ حقیقت انسانیت کا علمی ورثہ قرار پائی۔ قرآن نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وحی کا مصدر و منبع اگرچہ حسی و عقلی نہیں تاہم وہ عقل و حس کے خلاف بھی نہیں۔ لیکن جب ایک دفعہ اس کا انکشاف ہو جائے تو عقل و فہم ہی کے ذریعہ اس کو تسلیم کیا جانا چاہیئے کیونکہ عقل و وحی میں کیفیت کا

---

[۱] ایک دو جگہ قرآن نے لفظ آدم کو عام انسانیت کے لئے استعمال کیا ہے۔

نہیں بلکہ محض کیت کا فرق ہے، مذہبی تجربہ وقلبی انکشاف عقل وفہم سے صرف ایک درجہ بلند ہے۔ اسلام نے دینی حیثیت سے کسی ایسی حقیقت کا اعلان نہیں کیا جو عقل کے لحاظ سے ناقابلِ فہم ہو یا جس میں کوئی گنجلک پائی جائے۔ عقل و وحی دونوں ایک ساتھ موجود ہیں۔ اسلام کی یہی سادگی ہے جس کے باعث اذعانی اور غیر عقلی عناصر اس میں بالکل شامل نہیں۔ وہ مذاہب جن کی بنیاد محض معجزات اور چند ناقابلِ فہم عقائد پر مبنی ہے، اسلام کی اس سادگی کو روحانیت کے منافی سمجھتے ہیں حالانکہ روحانیت کا یہ تصوّر ہی بالکل غلط اور بے معنی ہے۔ اس کی یہی سادگی اور اذعانی اور اذعانی اجزا سے بریت ہے جس سے کئی غیر مسلم مفکر بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔

قرآن نے ایک جگہ ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جن پر نزول وحی ہوتا ہے اور ان مختلف طریقوں کی طرف بھی اشارہ کیا ہے جس سے یہ وحی ان تک پہنچتی ہے:

وما کان لبشر ان یکلمه الله الا وحیا او من ورائ حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنه ما یشاء انه علی حکیم. وکذالك اوحینا الیك روحا من امرنا ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان ولکن جعلنه نورا نهدی به من نشاء من عبادنا وانك لتهدی الی صراط مستقیم۔ صراط الله الذی له ما فی السموات وما فی الارض الا الی الله تصیر الامور۔ (۴۲: ۵۱ تا ۵۳)

کسی بشر کے لئے یہ ممکن نہیں کہ اللہ سے کلام کرے، مگر بجز اس کے کہ وحی ہو یا پسِ پردہ سے ہو یا کوئی فرستادہ بھیجے اور اس کے حکم، اس کی مشیئت کے مطابق وحی کرے اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے احکام کی وحی بھیجی۔ تجھے تو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کتاب (یا لکھنا) کیا ہوتا ہے اور ایمان کیا چیز ہے۔ مگر ہم نے اسے نور بنایا اس کے ذریعے ہم اپنے جس بندے کو چاہتے ہیں، ہدایت دیتے ہیں اور تو صراطِ مستقیم کی طرف رہبری کرتا ہے۔ وہ اس اللہ کی صراط ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کی ملک ہے سنو تمام معاملات کا مرجع و مآب الہدیٰ ہے۔

لفظ "وحی" سے مراد عام طور پر وہ الہام ہے جو نبیوں پر کیا جاتا ہے لیکن اس کا صحیح مفہوم "القا فی النفس" ہے یعنی ایک تصوّر جو اچانک بغیر کوشش کے ذہن میں آموجود ہو۔ بعض دفعہ یہ تصوّر عقلی یا علمی حیثیت سے بہت اہم ہوتا ہے اور بعض دفعہ اس کے روحانی یا دینی مضمرات بہت دور رس ہوتے ہیں۔ آیات مندرجہ بالا میں لفظ "وحی" اسی مؤخر الذکر مفہوم میں استعمال ہوا ہے یعنی وہ تصوّرات جو خالق کائنات انسانوں کے ذہن وقلب پر وارد کرتا ہے۔ بعض دفعہ ایک صاف اور پرمعنی آواز غیب سے سنائی دیتی ہے جو ایک حقیقت کا انکشاف کرتی ہے یا کوئی پیغام پہنچاتی ہے۔ اس کی صداقت وحقیقت اس کو جھوٹ اور بناوٹ سے متمیز کرتی ہے۔

وحی کے نزول کا ایک دوسرا طریقہ یہ ہے کہ خدا اپنا پیغام کسی فرشتے کے ذریعے پہنچاتا ہے۔ آں حضرت کو اپنی نبوی زندگی کے طویل دور میں اکثر اسی ذریعے سے وحی پہنچتی رہی۔ اگرچہ آپ کی جسمانی صحت ایک عام آدمی کے مقابلہ میں کافی

عمدہ تھی تاہم وحی کے وقت آپ کی حالت دگرگوں ہو جاتی تھی۔ ولیم جیمز امریکن ماہر نفسیات نے اپنی شاندار کتاب "مذہبی تجربات کی اقسام" میں نبیوں اور اولیاء کے جسمانی اور عصباتی خلل و اضطراب پر بحث کی ہے اس کا خیال ہے کہ یہ اضطرابات ان کے غیر فطری ہونے کی علامت نہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ انسان کا عضویاتی نظام عام حسی تجربات کے مطابق بنا ہوا ہے۔ لیکن جب وہ غیر حسی اور روحانی تجربات سے دوچار ہوتا ہے تو اس میں خلل آنا لابدی ہو جاتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ ان غیر معمولی تجربات کے حاملین کون ہیں؟ قرآن کہتا ہے کہ خدا تمام اچھے لوگوں سے کلام کرتا ہے تاکہ ان کے ایمان میں پختگی پیدا ہو۔

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔ (۴۱:۳۰)	وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر وہ اسی پر قائم رہتے ہیں ان پر ملائکہ نازل ہو کر کہتے ہیں کہ تم نہ خوف کھاؤ نہ غم کرو بلکہ اس جنت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

مختلف اقوام کے انبیاء، علماء و اولیاء پر وحی نازل ہوتی رہی ہے۔ اگرچہ انسانوں کے کثیر ہجوم کے مقابلے پر ان عظیم الشان افراد کی تعداد بہت کم ہے لیکن کوئی قوم ان سے خالی نہیں رہی۔ فلسطین یا مشرقِ وسطیٰ کے علاقوں کی کوئی خصوصیت نہیں۔ قرآن اعلان کرتا ہے۔

وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ (۳۵:۲۴)	کوئی اُمت ایسی نہیں جس میں کوئی نذیر نہ آیا ہو۔

ان لوگوں پر بھی خدا نے وحی نازل کی جن کو ہم انبیاء میں شمار نہیں کرتے۔ مثلاً قرآن حضرت عیسیٰ کے حواریوں کے متعلق کہتا ہے:

واذ اوحیت الی الحواریین ان آمنوا بی و برسولی قالوا آمنا واشھد باننا مسلمون (۵:۱۱۱)	اور جب میں نے حواریوں کی طرف وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ۔ انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے اور تو گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں۔

قرآن مسلمانوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ان تمام مذاہب کی بنیادی اور حقیقی وحدت پر ایمان لائیں جن کا مدار توحید خداوندی پر ہے۔ جہاں کہیں سچائی کا اعلان ہوا اس کی بنیاد توحید ذات باری پر قائم ہوئی اور اسی بنا پر اعلان کر دیا کہ مسلمان مختلف انبیاء میں تفریق نہیں کرتے:

لا نفرق بین احد من الرسل۔	ہم رسولوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے۔

ایک اہم فلسفیانہ سوال یہ ہے کہ وحی کی صداقت کا معیار کیا ہے؟ اس کا جواب تجرباتی ہوگا یعنی حضرت عیسیٰ کی زبان میں ایک درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ کا قول ہے: "میں زندگی اور نور ہوں وہ شخص جو میری پیروی کریگا وہ تاریکی اور ظلمت میں نہیں پھنس سکتا۔" ہزاروں لوگ جو ان پر ایمان لائے اور ان کے عقائد کی پیروی کی اس قول کی صداقت پر گواہ ہیں۔
آں حضرت اپنی رسالت کی ابتدائی زندگی میں بالکل بے یار و مددگار تھے لیکن ایسی ظاہری بے کسی کی حالت میں انہوں نے اعلان

کیا کہ جو لوگ اس دین کی پیروی کرینگے وہ مشرکانہ بندھنوں، قبیلوی عصبیت اور جہالت سے فلاح پائیں گے اور اخلاق اور روحانیت کی بلندیوں پر فائز ہو کر قوموں اور ملکوں کی رہنمائی کا فرض سرانجام دینگے"۔ آنحضرت کی یہ پیش گوئی حرف بحرف ثابت ہوئی اور جو درخت ان کے مقدس ہاتھوں سے لگا تھا وہ کثرت سے زندگی بخش پھل لایا۔ ہزاروں اور لاکھوں انسان ان کی بدولت خدائے واحد کی ذات سے روشناس ہوئے اور دنیا کے تقریباً ہر خطے اور کونے سے ہر لمحہ اس کا نام بلند ہوا۔ اللہ اکبر، اللہ ہی حقیقت کبریٰ ہے — یہ ایک ایسا نعرہ ہے جو کروڑوں انسانوں کی زبان سے روزانہ ادا ہوتا ہے۔ اس نے انسان اور خدا کے درمیان تمام واسطوں کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا اور دونوں کو ایک دوسرے کے قریب لا کھڑا کیا۔ انسانی تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ اس دنیا میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نظر نہیں آتا جو اس مقصد کو اس کامیابی اور بہتری سے حاصل کر سکا ہو۔ انہوں نے مسلمانوں کے دلوں میں حضرت عیسیٰ کے لئے ایک خاص جذبۂ عقیدت پیدا کیا اور یہی وہ بنیاد ہے جس پر مسلمان عیسائیوں کے درمیان ایک رابطۂ اتحاد پیدا ہو سکتا ہے۔ اگر آں حضرت کا دعویٰ نبوت خدانخواستہ غلط ہوتا تو کیا اس سے یہ آفاقی اور عمومی فوائد مترتب ہو سکتے تھے؟

ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذباً	اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے یا
او قال اوحی الیّ ولم یوح الیہ شئی ومن	یہ دعوےٰ کرے کہ مجھ پر وحی آتی ہے حالانکہ اس پر کوئی وحی نہیں آئی
قال سانزل مثل ما انزل اللہ۔ (۶:۹۴)	یا یہ کہے کہ جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے ویسا میں بھی نازل کر سکتا ہوں۔

فکرِ اقبالؒ

(از ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم)

یہ بلند پایہ تصنیف اقبالیات میں گراں قدر اضافہ ہے۔ جس میں حضرت علامہ اقبالؒ کی شاعری اور فلسفہ کے ہر پہلو کی نہایت دلنشین اور حکیمانہ انداز میں تشریح کی گئی ہے۔ قیمت دس روپے۔

ملنے کا پتہ:- منیجر ادارۂ ثقافت اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور